افراط آبادی ۔۔۔ نعمت یا آفت؟

پیٹر بائیور

ترجمہ: سجاد احمد ثاقب

افراط آبادی، ایک نعمت ہے یا آفت؟ افراط آبادی کا مطلب شرح اموات اور شرح پیدائش کے درمیان عدم مطابقت ہے۔ شرح اموات میں کمی کا مطلب مدت حیات میں اضافہ ہے۔ لہذا آبادی میں اضافے کو موت پر زندگی کی فتح کے طور پر لیا جا سکتا ہے۔ اس بنا پر آبادی میں اضافہ ایک نعمت ہے نہ کہ آفت۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو زیادہ عرصے تک زندہ رہتے ہوئے دیکھنا پسند کرتی ہے۔

لاکھوں کی رقم اور سیاست دانوں اور ماہرین کے قیمتی اوقات کار میں سے ہزاروں گھنٹے اقوام متحدہ کی ایسی کانفرنسوں پر خرچ ہو جاتے ہیں جن کی بنیادی وجہ غلط ترین مفروضوں میں سے ایک ہے۔۔۔ یعنی دنیا کی آبادی کنٹرول سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔ عالمی برادری آبادی میں اس اضافے کو مکمل تباہی، تیسری دنیا کے ممالک کی مشکلات کی سب سے بڑی وجہ اور انسانی ماحول اور انسانی زندگی کے لیے ایک خطرہ سمجھتی ہے۔ اسے ایک بدیہی حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تیسری دنیا کی غربت کی وجہ آبادی کا دباؤ نہیں ہے۔ معاشی استحکام اور ترقی کا انحصار لوگوں کی تعداد کی بجائے ان کی محنت پر ہوتا ہے۔ اصل فیصلہ طلب بات یہ ہے کہ بچوں کی تعداد کا تعین بچوں کے والدین کو کرنا چاہیے یا یہ حق حکومت کے اہلکاروں کو تفویض کر دیا جائے۔ افراط آبادی کے خطرے کی دہائی دینے والے افراد میں سے ایک نہایت اہم فرد امریکہ کے سابق سیکرٹری دفاع اور ورلڈ بنک کے سابق سربراہ، رابرٹ میکنا مارا ہیں جنھوں نے اس بات کو مختصر الفاظ میں یوں پیش کیا ہے: ”تیسری دنیا کے عوام کی معاشی اور سماجی ترقی میں سب سے بڑی اور واحد رکاوٹ آبادی میں بے تحاشا اضافہ ہے۔ آبادی میں اس بے تحاشا اضافے سے پیدا ہونے والا خطرہ ایک نیوکلیئر وار کے خطرے سے کسی طور بھی کم نہیں ہے“۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے اندیشے بالکل بے بنیاد ہیں۔

صدیوں تک مختلف تہذیبوں اور طبقات کی ایک بڑی اکثریت میں بچوں کی نعمت سے سرفراز ہونے کی شدید خواہش موجود رہی ہے اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد دو یا دو سے زیادہ بچوں کی سن بلوغ تک پرورش کی مشقت کو برداشت کرنے پر بخوشی تیار رہتی ہے۔ اس سلسلے میں رائج الوقت تصورات ان فوائد کے آئینہ دار ہیں جن کی توقع والدین کو اپنے بچوں سے ہوتی ہے۔

بائبل کا حکم تو یہ ہے کہ لوگوں کے لیے نافع بنو اور اپنی تعداد بڑھاؤ۔ ہندستان میں دلہنوں کو دی جانے والی یہ روایتی دعا مغرب میں زیادہ معروف نہیں ہے: "خدا کرے تم آٹھ بچوں کی ماں بنو"۔ بچوں کو متبنٰی بنانے (adoption) کی روایت اور مصنوعی ذرائع سے ولادت کا رجحان بھی والدین میں بچوں کی خواہش کی موجودگی کا پتا دیتے ہیں۔

ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ تیسری دنیا اور خصوصاً انتہائی غریب ممالک میں بچوں کی بے تحاشا پیدائش کا نتیجہ انتہائی پست معیار زندگی کی صورت میں نکلتا ہے جو انسانی زندگی کے شایان شان نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب ہے کہ چند مال دار مغربی تجزیہ نگار دوسرے لوگوں کی خوشیوں اور دکھوں کے مکمل ادراک کی اہلیت رکھتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ لوگوں کے نزدیک ان کی اپنی زندگی اور وجود کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ بات انتہائی دور رس اخلاقی سوالات کو جنم دیتی ہے اور اکثر لوگوں کے لیے اخلاقی طور پر بھی قابل قبول نہیں ہے، کجا کہ انسانی افزایش اور تولید پر جبری پابندیاں عائد کی جاسکیں۔

اس حقیقت کو کون جھٹلا سکتا ہے کہ غریب ترین افراد بھی جینے کو مرجانے پر ترجیح دیتے ہیں۔ سادہ مشاہدہ اور سوجھ بوجھ سے بھی ہمیں یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس عالم خاکی میں انتہائی مصیبت زدہ افراد بھی اپنی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد جاری رکھتے ہیں، وہ طبی امداد کے حصول کے لیے سرگرداں نظر آتے ہیں۔ اس لیے افراط آبادی کے جس خطرے پر سخت تشویش کا اظہار کیا جاتا ہے، اس کی اصل حقیقت شرح اموات میں کمی اور انسانی زندگی کی فلاح و بہبود میں مزید بہتری ہے۔

ایسے تمام افراد جو ضبط ولادت کی ریاستی پالیسی کی حمایت کرتے ہیں انھوں نے یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسے ممالک کے عوام جہاں شرح پیدایش بہت زیادہ ہے، مانع حمل ادویات کے بارے میں نہیں جانتے اور اپنے طرز عمل کے دور رس اثرات کا ادراک بھی نہیں رکھتے حالانکہ تیسری دنیا کے اکثر باشندے ضبط ولادت کے طریقوں سے مکمل طور پر آگاہ ہیں اور ان کو اپناتے بھی ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ ایسے بہت سے معاشروں میں، جن کی شرح پیدایش زیادہ تھی اور جو ہم عصر تیسری دنیا کے معاشروں سے زیادہ پسماندہ تھے، برتھ کنٹرول کے روایتی طریقے وسیع پیمانے پر اپنائے جاتے رہے ہیں۔

مغرب کی سستی اشیا تیسری دنیا کے ممالک میں کئی دہائیوں سے معروف ہیں مگر کنڈوم اور مانع حمل گولیاں یہاں بڑی سست رفتاری سے پھیل سکی ہیں حتیٰ کہ اس وقت بھی یہ وسیع پیمانے پر نہ پھیل سکی تھیں جب ان کے فروغ کے لیے ایک بھاری امداد مہیا کی جانے لگی تھی۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان ممالک میں ان کنڈوم اور مانع حمل ادویات کی طلب بہت کم رہی ہے اور عام طور پر یہاں کے عوام میں بچوں کے حصول کی شدید خواہش موجود ہے۔ مگر آبادی میں اضافے کا خوف ہمیں ایک غلط طرز عمل اپنانے پر مجبور کرتا ہے۔ دنیا کے غریب ترین ممالک میں کچھ ایسے ممالک بھی شامل ہیں جو بہت کم گنجان آباد ہیں۔ مثلاً ایتھوپیا' یوگنڈا اور زائرے وغیرہ اور یہی وہ ممالک ہیں جہاں قحط کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس تیسری دنیا کے انتہائی گنجان آباد ممالک حد درجہ خوشحال ہیں جن میں ہانگ کانگ' سنگاپور اور ملائشیا شامل ہیں اور یہاں پر قحط کا کوئی سوال نہیں ہے۔ دنیا کے غریب ترین ممالک میں ایک وسیع رقبہ ابھی تک استعمال کے لیے دستیاب ہے۔

خوشحالی کا انحصار لوگوں کی تعداد اور قدرتی وسائل کے بجائے ان کے طرز عمل پر ہوتا ہے۔ معدنی ذرائع صرف ان لوگوں کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوتے ہیں جو ان کو دریافت کرتے ہیں یا زمین سے نکالتے ہیں۔ سولھویں صدی میں لاطینی امریکہ میں دریافت کیے جانے والے سونے اور چاندی کے ذخائر اور موجودہ دور میں تیل پیدا کرنے والے ممالک کی بیش بہا دولت' قدرتی وسائل کے نتیجے میں حاصل ہونے والی خوشحالی کی مثالیں ہیں مگر امریکہ کی قیمتی دھاتوں کا کولمبس سے پہلے تک امریکہ کی معاشی ترقی کو تیز کرنے میں کوئی کردار نہیں تھا اور نہ ان پر قابض ہو جانے نے سپین میں طویل المدت ترقی کو یقینی بنا دیا تھا۔

بیسویں صدی میں مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر اس وقت تک بالکل بے قدر و قیمت تھے جب تک مغرب نے انھیں دریافت نہیں کیا تھا اور ان سے بھرپور استفادہ نہیں کیا تھا اور کوئی بہت غیر محتاط ماہر معاشیات ہی یہ پیش گوئی کرے گا کہ یہ وسائل ایک پایدار اور طویل مدتی خوشحالی کی ضمانت دیتے ہیں۔

اس بات پر کافی شواہد موجود ہیں کہ آبادی میں تیز رفتار اضافہ مغرب یا تیسری دنیا کی معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ مغرب کی آبادی اس آبادی سے چار گنا سے بھی زیادہ بڑھ چکی ہے جو اٹھارویں صدی کے وسط تک تھی جب کہ فی کس آمدنی میں حقیقی اضافے کا تخمینہ پانچ گنا تک کیا جاتا ہے اور اس آمدنی میں بھی زیادہ تر اضافہ اس وقت ہو رہا تھا جب مغرب کی آبادی اسی رفتار سے بڑھ رہی تھی جس رفتار سے آج تیسری دنیا کے بیشتر ممالک میں بڑھ رہی ہے۔ بلکہ بعض مواقع پر مغرب کی آبادی میں اس سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے اضافہ ہو رہا تھا۔

تیسری دنیا کے ممالک کی آبادی میں اضافہ عام طور پر تیز رفتار مادی ترقی سے ہم آہنگ رہا ہے۔ دوسری

جنگ عظیم کے وقت کے بہت سے ایسے ممالک جو غیر ترقی یافتہ سمجھے جاتے تھے کئی دہائیوں سے اپنی آبادی میں تیز رفتار اضافے کو آخرکار اپنی شاندار معاشی ترقی سے ہم آہنگ کر چکے ہیں۔ ان ممالک میں تائیوان، ہانگ کانگ، ملائشیا، کینیا، آئیوری کوسٹ، میکسیکو، کولمبیا اور برازیل قابل ذکر ہیں۔ کسی ملک کی معاشی ترقی میں ذاتی (personal)، ثقافتی اور کئی سیاسی عوامل کارفرما ہوتے ہیں اور معاشی ترقی کا انحصار عوام کی صلاحیتوں، رویوں، مقاصد اور اس ملک کے سماجی اور سیاسی اداروں پر ہوتا ہے۔ جیسا کہ پروفیسر جولیان سائمن (Julian Simon) نے اپنی کتاب (The Ultimate Resource) میں بتایا ہے کہ کامیابی کے حصول اور ترقی میں فیصلہ کن عنصر انسانی ذہانت ہے۔ جب تک یہ انسانی ذہانت کمزور نہیں پڑتی، لوگ اپنی حفاظت خود بخود کرتے رہیں گے۔

(لندن، اسکول آف اکنامکس کے پروفیسر مسٹر بائیور کا یہ مضمون دی ٹائمز لندن کی ۱۶ اگست ۹۵ کی اشاعت میں شائع ہوا)

لٹریچر کا روزانہ کچھ نہ کچھ مطالعہ اپنی عادت بنائیے!

سود کی تباہ کاریاں

اور سود سے پاک معیشت کا نفاذ کیسے؟

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی معرکۃ الآرا کتاب

"سود"

کا مطالعہ کیجیے

ملک بھر کے تحریکی مکتبوں سے حاصل کیجیے

عطیہ اشتہار:

SEARS International
COMPUTERS, PRINTERS & MONITORS
58, First Floor, Hafeez Centre, Gulberg III, Lahore. Pakistan.
Tel: 92-42-5752247-48, Fax: 92-42-5752249